ڈاکٹر محمد ایوب قادری

برصغیر میں سہروردی سلسلۂ تصوف کا آغاز و ارتقا

تصوف کے چار مشہور سلسلے (۱) سہروردی (۲) چشتی (۳) قادری (۴) نقشبندی ہیں۔ ان چاروں سلاسل کے صوفیائے کرام نے برصغیر پاک و ہند میں تبلیغ اسلام اور اصلاح معاشرہ کی قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں ـــــ یہاں ہم سہروردی سلسلے کے آغاز و ارتقا پر روشنی ڈالتے ہیں۔

سہروردی سلسلے کے بانی شیخ شہاب الدین سہروردی ہیں جو عراقِ عجم کے قصبہ سہرورد میں پیدا ہوئے اور بغداد میں اپنے چچا عبدالقاہر کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی۔ نامور علما و فضلا سے علومِ مروجہ حاصل کیے۔ حدیث، فقہ، کلام اور علوم ادبیہ میں مہارتِ کاملہ رکھتے تھے۔ تصوف اور زہد و اتقا میں اپنی نظیر آپ تھے۔ خلفائے بغداد اور بہت سے امرا و سلاطین شیخ سہروردی کا نہایت احترام کرتے تھے[1] سنت کے حد درجہ متبع تھے اور شافعی مسلک رکھتے تھے۔ فقہ میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔ انھوں نے غرہ محرم ۶۳۲ھ/۱۲۳۴ء میں بغداد میں انتقال کیا۔ شیخ سہروردی کثیر تصانیف کے مصنف تھے۔ بروکلمان نے اپنی مشہور عربی ادب کی تاریخ میں شیخ کی اکیس کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ حکیم شمس اللہ قادری نے ان میں سے دس کا مفصل تعارف کرایا ہے[2] سب سے اہم کتاب عوارف المعارف ہے جو تصوف کی نہایت مقبول اور خاص کتاب سمجھی جاتی ہے۔ صوفیا کے حلقوں میں اس کا باقاعدہ درس ہوتا تھا[3]۔ پاکستان اور ہندوستان کے ممتاز علما اور مصنفین نے عوارف المعارف پر شروح و حواشی لکھے ہیں اور مختلف

---

۱ الامام العارف شیخ شہاب الدین سہروردی از حکیم شمس اللہ قادری، ص ۱۲-۱۶ ۲ ایضاً، ص ۲۱-۲۳

۳ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر سے شیخ نظام الدین اولیا بدایونی نے عوارف کے پانچ باب پڑھے تھے۔ ملاحظہ ہو فوائد الفواد۔ امیر حسن سجزی (اردو ترجمہ) اللہ والے کی قومی دکان، لاہور ۱۹۵۶ء، ص ۶۱

زبانوں فارسی، ترکی اور اردو میں اس کے ترجمے ہوئے ہیں[۵۴]

شیخ شہاب الدین سہروردی اجل صوفیائے کرام میں ہیں۔ لوگ مختلف دیار و امصار سے بغداد میں آکر شیخ سے فیض حاصل کرتے تھے۔ ان کے نامور خلفا میں قاضی حمید الدین ناگوری، شیخ نور الدین مبارک غزنوی اور شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات کے ذریعے پاک و ہند میں سہروردی سلسلے کی اشاعت ہوئی۔

شیخ حمید الدین ناگوری (ف ۶۴۱ھ/ ۱۲۴۳ء) التتمش کے عہد کے نامور شیخ تھے۔ انھوں نے سیر و سیاحت خوب کی تھی۔ خواجہ بختیار کاکی سے گہرے تعلقات تھے۔ تصوف پر کئی کتابیں لکھیں، جن میں لوالع شموس سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس کتاب میں باری تعالیٰ کے ننانوے ناموں کی صوفیانہ انداز میں شرح کی ہے[۵۵] شیخ ناگوری سماع کے بہت دلدادہ تھے۔ شمالی ہند کے قدیم شہر بدایوں میں شیخ ناگوری کے خلفا میں شیخ شاہی رسن تاب اور شیخ احمد نہروالی مشہور ہیں۔

شیخ شاہی بڑے صاحبِ مرتبہ بزرگ تھے۔ رسیاں بٹ کر حلال روزی کماتے تھے۔ ان کے دو بھائی خواجہ بدر الدین موئے تاب اور خواجہ عثمان بھی اصحابِ نسبت بزرگ تھے اور اپنے بھائی شیخ شاہی کے مرید و خلیفہ تھے۔ خواجہ بدر الدین بالوں کی رسیاں بٹا کرتے تھے[۵۶] یہی نفوسِ قدسیہ تھے جن کے ذریعے کٹھیر میں اسلام کی اشاعت ہوئی۔ شیخ نظام الدین اولیا بدایونی ان کے متعلق فرماتے ہیں۔

در بداؤں دو برادر بودند یکے شیخ شاہی روشن ضمیر دوئمی ابوبکر موئے تاب، ابوبکر موئے تاب را دیدہ ام و شیخ شاہی را ندیدہ ام[۵۷]

---

[۵۴] اردو زبان میں سب سے پہلے عوارف المعارف کا ترجمہ مولوی ابوالحسن فرید آبادی نے کیا تھا جو ۱۸۹۲ء میں نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا تھا ـــــ غلام علی اینڈ سنز لاہور نے بھی عوارف کا اردو ترجمہ شائع کیا۔ عوارف کے خلاصہ مفتاح الہدایہ و مفتاح الکافیہ کا انگریزی ترجمہ کرنل ایچ۔ ڈبلو کلارک نے ۱۸۹۱ء میں لندن سے شائع کیا۔

[۵۵] قاضی حمید الدین ناگوری کے حالات کے لیے دیکھیے تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۶۹۔۔ ۱۷۰ ـــ اخبار الاخیار، ص ۳۷، ۴۴

[۵۶] شیخ شاہی رسن تاب و خواجہ بدر الدین موئے تاب کے حالات کے لیے دیکھیے اخبار الاخیار، ص ۴۹۔ تذکرۃ الواصلین ص ۳

[۵۷] فوائد الفواد بحوالہ تذکرۃ الواصلین، ص ۳۴۔

بداؤں میں دو بھائی تھے ایک شیخ شاہی روشن ضمیر اور دوسرے ابوبکر موئے تاب، ابوبکر موئے تاب کو میں نے دیکھا ہے، شیخ شاہی کو نہیں دیکھا۔

شیخ احمد نہروالی بھی بڑے پایہ کے صوفی تھے۔ خود شیخ حمید الدین ناگوری ان سے ملنے بداؤں آئے، حضرت شیخ ناگوری اپنے مرید احمد نہروالی کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

اگر مشغولیٔ احمد سنجند، مایۂ دہ صوفی باشد[۵۸]

اگر احمد کے ریاضت و مجاہدہ کو وزن کریں تو دس صوفیوں کے برابر ہوگا۔

جس مسجد میں حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کا وصال ہوا تھا، اس میں شیخ احمد موجود تھے۔ پارچہ بافی ذریعۂ معاش تھا[۵۹] ۶۸۱ھ/۱۲۸۲ء میں بداؤں میں وصال ہوا۔

شیخ نور الدین مبارک غزنوی، التتمش کے عہد میں دہلی کے شیخ الاسلام رہے اور "میر دہلی" کے لقب سے معروف تھے۔ اکثر وعظ کہتے تھے اور مراسم دربار پر بھی تنقید کرتے تھے۔ ۶۳۲ھ/۱۲۳۴ء میں وصال ہوا۔[۶۰]

اس سلسلے میں شیخ جلال الدین تبریزی کا ذکر بھی ضروری ہے۔ وہ شیخ ابوسعید تبریزی کے مرید ہیں مگر ایک مدت تک حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی صحبت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کیے تھے۔ شمس الدین التتمش کے عہد میں دہلی آئے۔ جب شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ سے اختلاف ہوا تو دہلی سے بداؤں ہوتے ہوئے بنگال روانہ ہوگئے۔ بداؤں کے قیام میں حضرت تبریزی کی نورانی صورت دیکھ کر ایک دہی بیچنے والا بہت متاثر ہوا۔ وہ بداؤں کے قریب کے ایک گاؤں کا باشندہ تھا اور اس گاؤں کے اکثر لوگ ڈاکہ زنی کیا کرتے تھے۔ وہ شخص حضرت تبریزی کے دست مبارک پر مسلمان

---

۵۸ فوائد الفواد، ص ۱۴۱۔ اخبار الاخیار، ص ۴۷

۵۹ اخبار الاخیار میں منقول ہے کہ شیخ احمد نہروالی نے اپنے پیر قاضی حمید الدین ناگوری سے ہندی زبان میں گفتگو کی تھی، افسوس کہ حضرت کے وہ اقوال محفوظ نہ رہ سکے، ورنہ اردو زبان کے خزانے کے قیمتی جواہر رینے ہوتے۔ شیخ احمد نہروالی کی اس گفتگو اور ذریعۂ معاش سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اصل و نسل کے اعتبار سے برصغیر پاک و ہند کے باشندے تھے۔

۶۰ ملاحظہ ہو اخبار الاخیار، ص ۲۸-۲۹۔ سلاطینِ دہلی کے مذہبی رجحانات، ص ۱۰۹-۱۱۰

ہوگیا اور علی نام مقرر ہوا۔ وہ بدایوں کے بڑے صاحبِ باطن بزرگ ہیں [۱۱]

جب حضرت جلال الدین تبریزی بنگال پہنچے تو وہاں رشد و ہدایت کا سلسلہ برپا کر دیا۔ خانقاہ اور مسجد تعمیر کی اور لنگر جاری کر دیا۔ بہت سے مسلمان حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور خاص طور سے وہ ہندو اور بودھ جو نہایت پستی کی حالت میں زندگی گزار رہے تھے، حضرت تبریزی کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔[۱۲] ۶۴۱ھ/ ۱۲۴۳ء میں بنگال میں انتقال ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ دیوتلہ (دیومحل) میں رشد و ہدایت کے بڑے کارنامے انجام دیے ہیں۔ اس شاخ میں خواجہ بدر الدین فردوسی (ف ۷۱۶ھ/ ۱۳۱۶ء) ایسے شخص ہیں جو پاکستان و ہندوستان میں آئے۔ اس سلسلے کے درخشندہ ستارے شیخ شرف الدین یحیی منیری (ف ۷۸۲ھ/ ۱۳۸۰ء) ہیں جو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں [۱۳]

سہروردی سلسلے کے ان شیوخ کا جنھوں نے مشرقی علاقوں میں اپنا اثر ڈالا، مختصر حال لکھنے کے بعد اب ہم سہروردی سلسلے کے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کا مختصر ذکر کرتے ہیں کہ جو برصغیر میں اس سلسلے کے بانی مبانی ہیں۔

بہاء الدین زکریا ملتانی

شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی ۵۶۶ھ/ ۱۱۷۲ء میں قصبہ کوٹ کروڑ میں پیدا ہوئے، بارہ سال کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ خراسان اور بخارا میں علوم متداولہ کی تحصیل کی، پھر حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ بغداد پہنچ کر شیخ شہاب الدین سہروردی کے حلقۂ ارادت میں منسلک ہوگئے، بہت قلیل عرصے میں اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے اور مرشد کے حکم کے مطابق ملتان کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا۔ حضرت زکریا ملتانی کی بدولت سہروردی سلسلے کی

۱۱ھ خیال یہ ہے کہ یہ بزرگ "گری جماعت" کے رکن تھے، ممکن ہے کہ ان ہی بزرگ کی تبلیغ و تحریک سے بدایوں کے دیہات کے "مگھری" مسلمان ہوتے ہوں۔ خواجہ علی کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو فوائد الفواد ص ۱۰۸۔ اخبار الاخیار ص ۴۴ و تذکرۃ الواصلین ص ۱۲۔

۱۲ھ ملاحظہ ہو عجائب الاسفار ابن بطوطہ (اردو ترجمہ از مولوی محمد حسین ۱۹۱۳ء) ص ۲۵۸ - ۲۶۱

۱۳ھ سلسلۂ سہروردیہ فردوسیہ کے مفصل حالات معین الدین دردائی نے "تاریخ سلسلہ فردوسیہ" کے نام سے لکھے ہیں۔ یہ کتاب بہار شریف پٹنہ سے ۱۹۶۳ء میں شائع ہوتی ہے۔

نشرواشاعت اور تبلیغ ہوتی۔ ہزارہا اشخاص حلقۂ ارادت میں منسلک ہوئے اور بہت سے مشرف به اسلام ہوئے۔ مغربی پاکستان کے اکثر قبیلے حضرت زکریا ملتانی کی تعلیم وتلقین سے مسلمان ہوگئے[۱۴] کمبوہ برادری حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئی۔ شاہ حمزہ مارہروی (ف ۱۱۹۸ھ) لکھتے ہیں :

این فریق کنبویاں از قدیم در ملتان وآں حدود توطن داشته اند و از آنجا منشعب شده در مکانهائے مختلف قرار گرفته اند و وطن پیدا کرده اند چنانچه در شهر میرٹھ وشاهجهان آباد وسنبھل و بریلی وکول ومارہرہ ودھول پور وگوالیار وغیرہ آباد ہستند گروہے در ابتدا از آں فریق بردست مخدوم بہاءالدین زکریا سہروردی وپسر ایشاں صدرالدین قدس سرہما بشرف اسلام مشرف شدند وتاحال در ملتان کنبوہے ہندو نیز ہستند۔[۱۵]

کمبوہوں کی یہ جماعت قدیم سے ملتان اور اس اطراف میں رہتی تھی، وہاں سے گروہ گروہ ہوکر مختلف مقامات پر چلی گئی اور سکونت اختیار کرلی ہے چنانچہ یہ لوگ شہر میرٹھ، دہلی، سنبھل، بریلی، علی گڑھ، مارہرہ، دھول پور اور گوالیار وغیرہ میں آباد ہیں۔ ابتدا میں اس برادری کی ایک جماعت مخدوم بہاء الدین زکریا سہروردی اور ان کے صاحبزادے صدرالدین کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئی اور ملتان میں اب تک ہندو کمبوہ بھی ہیں۔

شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی کے تربیت یافتہ درویشوں کی جماعتیں ملتان و سندھ اور اس کے گرد ونواح میں مسلسل دورے کرتیں اور اس سے بہت مفید نتائج نکلتے۔

سلطان شمس الدین التتمش اور بہاءالدین زکریا ملتانی کے آپس میں بہت اچھے تعلقات تھے۔ اوچ و ملتان میں اگرچہ اس وقت ناصرالدین قباچہ کی حکومت تھی مگر شیخ زکریا ملتانی سلطان التتمش سے ہمدردی رکھتے تھے اور انھوں نے کھل کر التتمش کا ساتھ دیا۔ قباچہ کے استیصال کے بعد یہ تعلقات اور بھی استوار ہوگئے۔ التتمش نے شیخ زکریا ملتانی کو شیخ الاسلام کے منصب پر فائز کیا[۱۶]

---

[۱۴] دعوت اسلام، ص ۳۰۰

[۱۵] کاشف الاستار از شاہ حمزہ مارہروی (قلمی) ورق ۲۴۲ ب (مملوکہ محمد ایوب قادری)

[۱۶] ملتان کے سہروردی مشائخ کے سلاطین سے تعلقات اور ان کی سیاسی سرگرمیوں پر پروفیسر خلیق احمد نظامی نے ایک مفصل تحقیقی مقالہ لکھا ہے جو میڈیول انڈیا کواٹرلی علی گڑھ جلد سوم شمارہ نمبر اول و دوم میں شائع ہوا ہے۔

۶۶۵ھ/۱۲۶۶ء میں اس عظیم المرتبت صوفی شیخ کا ملتان میں انتقال ہوا۔[۱۷]

صدرالدین عارف

ان کے نامور فرزند اور سجادہ نشین صدر الدین عارف تھے جو ۶۲۱ھ/۱۲۲۴ء میں پیدا ہوئے اور اپنے والد بزرگوار شیخ زکریا ملتانی کے سایۂ عاطفت میں تعلیم و تربیت پائی۔ قرآن کریم سے بڑا شغف رکھتے تھے اسی لیے عارف مشہور ہوئے۔[۱۸] اپنے والد کے وصال کے بعد رشد و ہدایت کی مسند پر متمکن ہوئے۔[۱۹] ترکے میں سات لاکھ درہم نقد ملے تھے مگر سخاوت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ ایک ہی دن میں ساری دولت فقرا اور مساکین میں تقسیم کر دی۔[۲۰] مگر اس جود و سخا کے باوجود ان کے یہاں دولت کی فراوانی تھی۔ ایک مرتبہ شیخ رکن الدین فردوسی (ف ۷۲۴ھ/۱۳۲۴ء) ملتان پہنچے اور حضرت صدرالدین عارف کے مہمان ہوئے تو ایسا پرتکلف دستر خوان بچھا جیسا کہ بادشاہوں کے یہاں ہوا کرتا تھا۔ حضرت شیخ عارف کے آگے طرح طرح کے کھانے اور حلوے تھے۔[۲۱]

شیخ عارف مسندِ رشد و ہدایت کے صدر نشین ہونے کے ساتھ ساتھ مسندِ درس کو بھی زینت بخشتے تھے۔ ہر مبتدی و منتہی کو درس دیتے تھے یہاں تک کہ علمِ صرف کے طلبا کو بھی محروم نہ فرماتے تھے۔ تصریفِ جدولی شیخ عارف کی تصنیف ہے۔[۲۲] شیخ اکرام لکھتے ہیں[۲۳] کہ ہندوستان کے مشائخ میں سب سے پہلے آپ تھے جنھیں شیخ ابن العربی کے نظریات اور تصنیفات کے متعلق شیخ فخرالدین عراقی (ف ۶۸۸ھ/۱۲۸۹ء) کے ذریعے معلومات حاصل ہوئیں۔ شیخ عراقی، شیخ عارف

---

[۱۷] بہاءالدین زکریا کے مفصل حالات مولوی نور احمد خاں فریدی نے بڑے دلچسپ انداز میں "تذکرہ بہاءالدین زکریا ملتانی" کے نام سے لکھے ہیں جو ۱۹۵۴ء میں جگووالہ (ضلع ملتان) میں شائع ہوئے تھے اور اب اس کا دوسرا ایڈیشن علما اکیڈیمی لاہور نے شائع کیا ہے۔

[۱۸] سیر العارفین، ص ۲۸

[۱۹] شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں کہ غالباً شمالی ہند میں موروثی سجادہ نشینی کی یہ پہلی رسم ہے، بعد میں اس پر اوچ کے بخاری پیروں نے بھی عمل کیا۔ (آبِ کوثر، ص ۲۰۱)

[۲۰] سیر العارفین، ص ۱۲۱، بزمِ صوفیہ، ص ۱۰۷، ۱۰۸

[۲۱] تذکرہ صدرالدین عارف جلد اول، ص ۴۹

[۲۲] ایضاً، ص ۴۹

[۲۳] آبِ کوثر، ص ۳۰۲ — سیر العارفین، ص ۱۳۹، ۱۴۰

کے بہنوئی اور حضرت زکریا ملتانی کے خاص مرید تھے۔[۲۴] حضرت عارف کے زمانے میں سہروردیہ بہائیہ سلسلے کی وسعت سندھ اور ملتان سے شمالی ہند تک پہنچ گئی، بدایوں میں شیخ حسام الدین معروف بہ جمال ملتانی (ف ۶۸۷ھ/ ۱۲۸۸ء) مشہور صاحبِ نسبت بزرگ تھے جو شیخ عارف کے خلیفے تھے۔[۲۵] بدایوں میں حضرت عارف کے ایک دوسرے مرید و خلیفہ شیخ احمد معشوق (ف ۷۲۳ھ/ ۱۳۲۲ء) بھی کچھ دنوں رہے۔[۲۶] ۷۰۹ھ/ ۱۳۰۹ء میں صدر الدین عارف کا انتقال ہوا۔ ان کے ملفوظات کنوز الفوائد کے نام سے ان کے مرید ضیاء الدین نے جمع کیے تھے۔ شیخ عارف کے خلفا میں اوچ کی دو ممتاز شخصیتیں سید احمد کبیر اور شیخ جمالِ خنداں رو ہیں۔

شیخ رکن الدین ابو الفتح

شیخ رکن الدین ابو الفتح ۶۴۹ھ/ ۱۲۵۱ء میں پیدا ہوئے، وہ اپنے جد امجد کے براہ راست مرید اور اپنے والد شیخ صدر الدین عارف کے خلیفہ تھے، انھیں اپنے زمانے میں بڑا عروج حاصل ہوا۔ سلطان علاء الدین خلجی ان کا بڑا معتقد تھا۔ حضرت اس کی زندگی میں دو مرتبہ دہلی گئے۔ سلطان نے بڑی عقیدت سے استقبال کیا اور رخصت کے وقت کئی لاکھ تنکے نذر کیے مگر انھوں نے سب مستحقین و فقرا میں تقسیم کر دیے۔ قطب الدین مبارک شاہ، حضرت شیخ نظام الدین اولیا سے خصومت رکھتا تھا، اس لیے اس نے حضرت رکن الدین ملتانی کو دہلی بلایا اور چاہا کہ شیخ دہلی میں قیام کریں۔[۲۷] جب حضرت شیخ ملتانی دہلی پہنچے تو حضرت شیخ المشائخ نے ان کا استقبال کیا اور یہ شیخین السعیدین آپس میں بڑے خلوص و محبت سے ملے، بادشاہ نے حضرت ملتانی سے ملاقات کے دوران پوچھا کہ سب سے پہلے آپ کا کس نے استقبال کیا تو فرمایا کہ:

---

۲۴ شیخ عراقی کے حالات کے لیے دیکھیے بزمِ صوفیہ، ص ۱۵۳ - ۱۷۰

۲۵ حاجی جمال ملتانی کے حالات کے لیے دیکھیے اخبار الاخیار، ص ۸۰-۱۷ سیر العارفین، ص ۱۲۸، ۱۲۹- تذکرۃ الواصلین ص ۳۷-

۲۶ شیخ احمد معشوق کے لیے دیکھیے فوائد الفواد، ص ۲۰۹- سیر العارفین، ص ۱۲۹، ۱۳۰ و تجلیاتِ اولیائے سہرورد از مولانا ضیاء القادری بدایونی، ص ۳۰ (مشمولہ آستانہ زکریا ملتان، جنوری ۱۹۵۸ء)

۲۷ حضرت شیخ رکن الدین سے سلاطینِ دہلی سے تعلقات کے سلسلے میں دیکھیے بزمِ صوفیہ، ص ۲۶۳ - ۲۷۳

کسے کہ بہترین اہلِ شہر است ![۵۲۸]

شہر کے لوگوں میں جو سب سے بہتر ہے۔

جب ملتان میں کشلو خاں نے بغاوت کی اور محمد تغلق نے اس کو شکست دے کر اہلِ ملتان کے خون کی ندیاں بہانے کا حکم دیا اور اس پر عمل بھی شروع ہو گیا تو حضرت رکن الدین ابوالفتح ننگے پاؤں بادشاہ کے پاس سفارش کے لیے گئے اور اہلِ شہر کو معافی دلائی۔ عصامی لکھتے ہیں:

یکے آتشِ کینہ را بر فروخت — وزاں آتش اقصائے ملتان بسوخت
چو بشنید در شہر طوفانِ خون — برہنہ سر و پائے آمد برون
کشادہ زبان شفاعت گری — ہمی گفت شاہا! جہاں پروری
بر اہل گناہ نزد اہل صفا — پسندیدہ تر ہست عفو از جزا
چوں بشنید آں شاہ آفاق گیر — شد از شیخ مشفق شفاعت پذیر[۵۲۹]

۷۳۵ھ/۱۳۳۵ء میں حضرت کا انتقال ہوا۔ ملتان میں حضرت رکن الدین کا عالی شان مقبرہ ہے جو دنیا کی مشہور عمارتوں میں شمار ہوتا ہے۔ ان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ خلفا میں شیخ وجیہ الدین سنامی (ف ۷۳۸ھ/۱۳۳۸ء) حمید الدین حاکم اور حضرت جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت وغیرہ مشہور ہیں۔

ملتان کے بعد اوچ سہروردی مشائخ کا خاص مرکز رہا ہے۔ بخاری سادات کے ذریعے اس سلسلے کو بہت وسعت ہوئی اور سندھ و گجرات و دکن تک سہروردی سلسلہ پھیلا۔ ہم بخاری مشائخ سہروردیہ سے پہلے اوچ کے ایک نامور سہروردی بزرگ شیخ جمال خنداں رو کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں۔

شیخ جمال خنداں رو

شیخ جمال نامور محدث، متورع عالم اور صاحبِ نسبت درویش اور صدر الدین عارف کے خلیفہ تھے۔ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی نے بچپن ہی میں ان کی جبین منور سے ان کے علم و فضل اور

---

۵۲۸ سیر الاولیا، ص ۱۳۶

۵۲۹ فتوح السلاطین، ص ۴۴۳

صلاح و تقویٰ کا اندازہ لگا لیا تھا[۵۳۰] اور حضرت عارف کو وصیت فرمائی تھی کہ جب جمال اوچی تمھارے پاس پہنچیں تو خاص طریقے سے تعلیم و تربیت فرمانا اور نصف تبرکات و آثار ان کے سپرد کر دینا چنانچہ اسی طرح عمل میں آیا۔[۵۳۱]

شیخ جمال محدث اپنے مرشد کے حضور سے باطنی نعمتوں سے مالا مال ہو کر اوچ واپس آئے، وہاں ایک مدرسہ اور خانقاہ کی بنیاد ڈالی اور مدرسے میں خود حدیث کا درس دیتے تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاں نے شیخ جمال محدث سے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔ شیخ جمال محدث کی خانقاہ اوچ کی مشہور خانقاہ تھی۔[۵۳۲] وہ بڑے حلیم، بردبار، صاحبِ اخلاق درویش اور عالم تھے۔ ایک مرتبہ قلندروں نے ان کے ساتھ زیادتی کی مگر انھوں نے حلم و استقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دیا[۵۳۳] ظاہر میں مخلوق کے ساتھ بڑی محبت اور اخلاق سے پیش آتے تھے اور باطن میں خالق سے انس و رغبت رکھتے تھے۔[۵۳۴] آخر زمانے میں ان کے مدرسے اور خانقاہ کے لیے بادشاہِ وقت کی طرف سے معافی و وظیفہ بھی مقرر ہو گیا تھا۔ شیخ جمال محدث کی شہرت حدودِ ہند سے باہر دنیائے اسلام میں بھی تھی اور وہاں کے اکابر علما و مشائخ ان سے متعارف تھے۔[۵۳۵]

شیخ جمال محدث اتباع سنت کا بڑا خیال رکھتے تھے، اسی لیے موٹا کپڑا زیب تن فرماتے تھے بازار سے ایک تنکے کی چادر منگواتے اور اس میں تینوں کپڑے پگڑی کرتا اور ازار بنا لیتے تھے[۵۳۶] شیخ جمال کا صحیح سالِ وفات معلوم نہ ہو سکا۔ ہمارا خیال ہے کہ ان کا انتقال آٹھویں صدی ہجری کے ربع اوّل کے اختتام پر ہوا ہے۔ صحیح سالِ وفات کا تعین دشوار ہے۔ شیخ جمال کا مزار اوچ موغلہ میں ہے[۵۳۷] اسی وجہ سے اس حصے کو اوچ جمالی بھی کہتے ہیں۔

---

۵۳۰ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ شیخ جمال حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے مرید تھے۔ اردو ایڈیشن، ص

۵۳۱ سیر العارفین، ص ۱۲۹ — خزینۃ الاصفیا جلد دوم، ص ۲۶-۲۷

۵۳۲ الدر المنظوم، ص ۳۴ ۵۳۳ ایضاً، ص ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۲۲، ۴۲۹

۵۳۴ ایضاً، ص ۴۰۳، ۴۰۴ ۵۳۵ ایضاً ۵۳۶ ایضاً، ص ۱۵۱، ۳۷۶

۵۳۷ خزینۃ الاصفیا جلد دوم، ص ۳۷

شیخ جمال خنداں رو کے بعد ان کے جانشین ان کے عالم و فاضل فرزند شیخ رضی الدین گنجِ علم ہوئے۔ ان کو ظاہری علم و فضل کے ساتھ نعمتِ باطنی سے بھی بہرہ وافر ملا تھا۔ حضرت گنج علم نے اپنے والد کے بعد مدرسے اور خانقاہ کا خوب انتظام کیا۔ ذکرِ کرام میں تحریر ہے کہ شیخ رضی الدین گنج علم ۶۶۷ھ/۶۸-۱۲۶۸ء میں پیدا ہوئے اور ۷۷۰ھ/۶۹-۱۳۶۸ء میں انتقال ہوا[۳۸]

حضرت جلال سرخ بخاری

حضرت جلال سرخ بخاری، اپنے دور کے نامور شیخ طریقت ہیں۔ یہ وہ شخص ہیں جن کو بخارا سے ہندوستان آنے پر سب سے زیادہ شہرت نصیب ہوئی۔ پہلے ملتان پہنچے اور پھر کچھ عرصہ بعد بھکر کا رُخ کیا، وہاں کے ایک رئیس بدر الدین بن صدر الدین خطیب کی بیٹی سے عقد کیا حضرت جلال سرخ بھکر سے ملتان منتقل ہو گئے۔ اس انتقالِ سکونت کی وجہ یہ تھی کہ بعض اہلِ قرابت اور برادری کے لوگوں سے نزاع ہو گیا تھا[۳۹]

حضرت بخاری تیس سال کامل اپنے مرشد شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کے پاس مقیم رہے اور ان کے فیوض و برکات سے مستفیض و مستفید ہوئے۔ حضرت جلال بخاری ظاہری علوم میں ماہر، ولیِ کامل اور مشہور سیاح معرفت تھے اور شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کے یارانِ باصفا اور مریدانِ باوفا سے تھے۔ خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت فرماتے ہیں کہ:

"دادا دعاگو (مخدوم جہانیاں) کے حضرت جلال الدین خلیفہ شیخ کبیر (بہاء الدین زکریا ملتانی) کے تھے۔" تاریخ فرشتہ میں ہے کہ ایک مرتبہ جلال سرخ بخاری اپنے مرشد شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کی خانقاہ ملتان میں مقیم تھے۔ ان دنوں گرمی کا موسم تھا، سخت لو چل رہی تھی۔ اس وقت ان کو بخارا کی برف یاد آئی۔ حضرت شیخ الاسلام نے صفائے باطن سے معلوم کر لیا۔ خدا کی قدرت دیکھیے کہ تھوڑی دیر میں ابر آیا، اولے پڑے اور حضرت جلال سرخ اپنی مراد کو پہنچے[۴۰]

۳۸ھ تاریخ اوچ، ص ۹۴ و تذکرہ صدر الدین عارف، ص ۵۵

۳۹ھ سیر العارفین، ص ۱۵۵ — اخبار الاخیار، ص ۶۱ — خزینۃ الاصفیا جلد دوم، ص ۳۵

۴۰ھ تاریخ فرشتہ جلد دوم، ص ۷۷۵

حضرت جلال سُرخ اپنے مرشد شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کے انتقال کے بعد کچھ دنوں اور ملتان میں رہے اور پھر اپنے مرشد زادہ شیخ صدر الدین عارف کی اجازت و حکم سے اوچ میں قیام کے بعد اصلاح و تبلیغ کا کام پوری مستعدی سے شروع کر دیا۔ علاقہ اوچ کی اقوام چدہر، ڈہر، سیال اور وارم وغیرہ نے حضرت کی ہدایت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔[۴۱] مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں :

ہزار ہا مخلوقِ خدا بہدایتِ ہادیٔ حقیقی براہ راست آورد و شہر جھنگ سیالاں کہ در پنجاب مشہور و معروف است بنا فرمود[۴۲]

ہزار ہا مخلوقِ خدا کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے راہِ راست پر لائے اور شہر جھنگ سیالاں کی جو پنجاب میں مشہور و معروف ہے، بنیاد ڈالی۔

اس علاقے کا ایک راجا گھلو بھی حضرت جلال سرخ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوا جس کی اولاد ٹھٹھہ گھلواں، اوبارہ، جھنڈ میانی، بیٹو واہی، چوٹالہ، خانواہ، ملک پور، صبراہ، کرم علی والا اور سعد اللہ پور ضلع ملتان کے مواضعات میں پھیلی ہوئی ہے۔[۴۳]

تقریباً پچانوے سال کی عمر میں ۱۹ جمادی الاولیٰ ۶۹۰ھ/۱۲۹۱ء کو حضرت جلال سرخ بخاری کا وصال ہوا اور سنِ وصال لفظ "مخدوم" سے برآمد ہوتا ہے۔

احمد کبیر سہروردی

احمد کبیر سہروردی، حضرت جلال سرخ کے فرزند، شیخ صدر الدین عارف کے مرید، بڑے عارف، ذاکر اور صاحب کرامت بزرگ تھے[۴۴] ہر وقت خشیتِ الٰہی کا غلبہ رہتا تھا۔ حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ وہ کسی وقت خوف کی وجہ سے بستر پر نہیں سوتے تھے۔ سردی اور گرمی میں صرف ایک کپڑا اوڑھ لیا کرتے تھے۔[۴۵] روزانہ دو قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے،[۴۶] ایک دن میں اور دوسرا رات میں۔

۴۱ھ تاریخ اوچ، ص ۹۸، بہاول پور گزیٹیئر، ص ۱۶۰، ۱۶۱
۴۲ھ خزینۃ الاصفیا جلد دوم، ص ۳۶
۴۳ھ تذکرہ صدر الدین عارف، ص ۱۷۱
۴۴ھ الدر المنظوم، ص ۴۰۳
۴۵ھ ایضاً
۴۶ھ ایضاً، ص ۲۳۸

قرآن کریم سے بڑا شغف رکھتے تھے، جس وقت وہ کوئی آیت تلاوت فرماتے تو معلوم ہوتا کہ گویا سینۂ مبارک سے نعرے نکال رہے ہیں [۴۷]

حضرت شیخ جمال خنداں رو حضرت احمد کبیر کی حفاظت اور رعایت فرماتے تھے۔ ان پر غلبہ اور کشف کا یہ عالم ہوتا تھا کہ فرض اور نفل نماز میں بھی نعرہ مارتے اور زار زار روتے تھے [۴۸] ان کی خانقاہ میں دور و نزدیک کے اکثر مسافر، مشائخ اور سیاح آکر مقیم ہوا کرتے تھے [۴۹]۔ احمد کبیر کا اوچ میں انتقال ہوا۔ سنِ وفات معلوم نہ ہو سکا۔

حضرت احمد کبیر کے بہت سے مرید تھے۔ ان کے خلفا میں شیخ جلال مجرد سلہٹی خاص طور سے مشہور ہیں جنھوں نے بنگال و سلہٹ میں اسلام کی شمع روشن کی اور ان ہی کی کوششوں سے اس دور دراز کفرستان میں شمع اسلام روشن ہوئی۔ مشہور ہے کہ وہ احمد کبیر کے بھانجے تھے۔ زمانۂ حال کے بعض مورخین کا خیال ہے کہ ابنِ بطوطہ کامروپ شیخ جلال مجرد سلہٹی سے ملا تھا [۵۰]

مخدوم جہانیاں جہاں گشت

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، احمد کبیر کے بڑے صاحب زادے، مشہور صوفی شیخ اور نامور سیاحِ معرفت ہیں۔ ان کی پیدائش ۱۴ شعبان ۷۰۷ھ کو اوچ میں ہوئی۔ حضرت مخدوم کا نام ان کے جدِ امجد کے اسمِ گرامی پر جلال الدین رکھا گیا لیکن عام طور پر "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" کے لقب سے معروف ہیں۔ "مخدوم جہانیاں" بھی لقب ہے۔ مخدوم نے سیر و سیاحت خوب فرمائی تھی، اس لیے "جہاں گشت" مشہور ہوئے۔

حضرت مخدوم کی ابتدائی تعلیم اوچ میں شیخ بہاء الدین قاضی اوچ اور شیخ جمال خنداں رو کے پاس ہوئی، پھر حضرت مخدوم ملتان پہنچے اور حضرت رکن الدین ابوالفتح کے زیرِ نگرانی تعلیم پائی حضرت رکن الدین، مخدوم پر بہت شفقت فرماتے تھے۔

حضرت مخدوم شیخ رکن الدین ابوالفتح کے سہروردی سلسلے میں مرید ہوئے اور خلافت پائی چشتی

---

۴۷ الدر المنظوم، ص ۵۴۶ ۴۸ ایضاً، ص ۵۵۰ ۴۹ ایضاً، ص ۲۰۳، ۳۱۰

۵۰ شیخ جلال سلہٹی کے حالات کے لیے دیکھیے، ص ۱۷۴ - ۱۸۹

سلسلے میں شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے خلیفے تھے۔ حضرت مخدوم کو سیوستان کی چالیس خانقاہوں کا انتظام سپرد کر کے محمد تغلق نے شیخ الاسلام مقرر کیا مگر مخدوم نے اس منصب کو چھوڑ کر مختلف ممالک کی سیر و سیاحت کی۔ حضرت مخدوم نے حرمین شریفین کی زیارت کی۔ سات سال مکہ مکرمہ میں اور دو سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ وہاں کے مشائخ سے علوم دینیہ تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ پڑھے۔ ان کے مشائخ میں عبداللہ مطری اور عبداللہ یافعی بہت مشہور ہیں۔

دہلی کے بادشاہ فیروز شاہ سے حضرت مخدوم کے تعلقات خوب استوار تھے۔ جب فیروز شاہ نے ٹھٹھے پر تاخت کی تو اول مرتبہ ناکامی ہوئی اور دوسری مرتبہ حضرت مخدوم کی کوششوں سے امیرانِ ٹھٹھہ نے اطاعت قبول کر لی۔ مخدوم کئی مرتبہ دہلی تشریف لے گئے اور وہاں کے عمائدین، امراء، وزراء، شہزادوں اور بادشاہ سے اکثر ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ حضرت مخدوم باقاعدہ درس دیتے تھے۔ ان کا ایک اچھا کتب خانہ تھا۔ مسلک حنفی کے متبع اور صحابہ کی محبت سے سرشار تھے۔ علم حدیث پر گہری نظر تھی۔ مریدوں کی تربیت خاص طور سے فرماتے تھے۔ حضرت مخدوم کے ذریعے سے بہت سے لوگ داخلِ اسلام ہوئے۔ وہ مقامی زبانوں میں رشد و ہدایت اور تبلیغ و تذکیر کے فرائض انجام دیتے تھے۔

حضرت مخدوم کی خدمت میں مشہور سیاح ابن بطوطہ حاضر ہوا۔ ان کے تعلقات اس زمانے کے مشہور درویش و شیخ شرف الدین یحییٰ منیری اور خواجہ گیسو دراز سے بہت اچھے تھے۔ حضرت مخدوم کی عمر اٹھتر سال کی ہوئی۔ سال وفات ۷۸۵ھ/۱۳۸۴ء ہے۔ ۱۰ ذی الحجہ عید قربان چہار شنبہ کا دن تھا۔ نماز دوگانہ ادا کرنے کے بعد طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور غروب آفتاب کے ساتھ ہی رشد و ہدایت، فلاح و خیر اور علم و فضل کا آفتاب ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ مدفن اوچ (ضلع بہاولپور) ہے۔

حضرت مخدوم کے بہت سے مریدین و طالبین خانقاہ میں رہ کر سلوک کے منازل طے کرتے اور ایک معینہ مدت کے بعد خرقہ خلافت حاصل کر کے سلسلے کی اشاعت میں مشغول ہو جاتے۔ اس طرح حضرت مخدوم کے ذریعے سے سہروردی سلسلہ تمام برصغیر پاک و ہند میں خوب پھیلا۔ حضرت مخدوم کے خلفا اور خلفا کے خلفا پنجاب، سندھ، یو۔پی، بہار، گجرات، بنگال، کاٹھیاواڑ، دکن، مدراس وغیرہ میں پھیل گئے اور ان علاقوں کے اکثر مقامات پر حضرت مخدوم کی اولاد امجاد کا سلسلہ بھی پھیلا۔